سوال

(08) فقہی مسالک

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ملتان سے چند ایک احباب جماعت لکھتے ہیں کہ ہمیں اپنے خطیب صاحب کی کچھ باتیں بہت عجیب سی معلوم ہوتی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اپنی مرضی کے مطابق دین بناتے ہیں اس لیے یہ تمام فقہی مسالک کے لوگ کافر ہیں، ان سے نکاح کرنا، ان کے پیچھے نماز ادا کرنا، ان کے جنازے پڑھنا اور ان سے وراثت وغیرہ کے معاملات ممنوع ہیں۔ وہ بطور دلیل قرآن مجید کی اس آیت کو پیش کرتے ہیں کہ :

’’جو لوگ اللہ کی طرف سے نازل شدہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی لوگ کافر ہیں۔‘‘ (5/المائدہ:44)

مہربانی فرما کر اس کے متعلق ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

کسی کو کافر کہنا، تکفیر کہلاتا ہے، فتنہ تکفیر بہت خطرناک، تباہ کن اور ہلاکت خیز ہے، اس امت میں سب سے پہلے اس فتنہ کو خوارج نے برپا کیا، جنگ صفین کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان یہ طے پایا کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو فیصلہ کریں وہ فریقین کو قبول ہوگا، اسے معاہدہ تحکیم کہا جاتا ہے، خوارج نے اس معاہدہ کے آڑ میں امت کے پسندیدہ اور برگزیدہ حضرات کی تکفیر کی، انہوں نے اپنے اس موقف کے لئے قرآن پاک کی ایک آیت بطور دلیل پیش کی وہ یہ ہے : "فیصلہ کرنے کا حق تو صرف اللہ کے لئے ہے۔" (12/یوسف:40)

ان کا مطلب یہ تھا کہ جب فیصلہ کرنا اللہ کا حق ہے تو یہ حق بندوں کے حوالے کرنا کفر ہے اور یہ حق بندوں کو دینے والے سب کافر ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ذریعے ان پر اتمام حجت کرتے ہوئے ان کی غلطی کو واضح کیا، جب وہ باز نہ آئے تو نہروان کے مقام پر ان کی خوب سرکوبی کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہی کے متعلق فرمایا تھا : کہ خارجی اللہ کی مخلوق میں سے بدترین لوگ ہیں، انہوں نے جو آیات کفار کے متعلق نازل ہوئی تھیں ان کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا۔ (صحیح بخاری : المرتدین، باب 6)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ تکفیر کی سنگینی بایں الفاظ بیان فرمائی کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "اے کافر" کہتا ہے تو ان دونوں میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب: 6103)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کو کافر کہا گیا ہے اگرفی الحقیقت کافر ہے تب تو وہ کافر ہوا، اگر وہ واقعتاً کافر نہیں تو کہنے والا کافر ہوگیا، یعنی تکفیر دودھاری تلوار ہے جس نے کسی ایک کو ضرور کاٹنا ہے، اس لیے کسی کو کافر کہنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے، ہمارے اسلاف اس سلسلہ میں بہت محتاط تھے، وہ کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے تھے، انہوں نے تکفیر کے لئے قواعد وضوابط وضع کئے ہیں جن کا ہم آیندہ تذکرہ کریں گے۔ تاہم امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ بالا حدیث پر بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے : ''جو شخص اپنے بھائی کو بلاوجہ کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہوجاتا ہے۔'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس فتنہ کی تباہ کاریوں کو بچشم خود ملاحظہ کیا تھا۔ اس لیے وہ اپنی صحیح میں اس کے قواعد وضوابط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ایک عنوان یوں قائم کرتے ہیں : ''اگر کسی نے معقول وجہ کے پیش نظر یا نادانستہ طور پر کسی کو کافر کہا کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔'' (کتاب الادب، باب : 74)

اس عنوان کے تحت امام المحدثین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کیا ہے جب انہوں نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا تھا کہ یہ منافق ہے اور ان کے پاس یہ کہنے کی معقول وجہ تھی کہ یہ کافروں سے دوستی رکھے ہوئے ہیں اور ہمارے جنگی راز اہل مکہ کو بتاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غلط فہمی کو دور فرمایا، لیکن مذکورہ بالا حدیث کے پیش نظر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تکفیر نہیں فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "کہ عمر! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو عرش پر سے دیکھا ہے اور انہیں مغفرت کا پروانہ عنایت فرمایا ہے۔'' (صحیح بخاری : کتاب الادب، باب 74)

اسی طرح نادانستہ طور پر کلمہ کفر کہنے سے انسان کافر نہیں ہوتا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ دوران سفر اپنے باپ کی قسم اٹھائی اور غیر اللہ کی قسم اٹھانا کفر یا شرک ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تجدید ایمان کے لئے نہیں کہا بلکہ ان کی لاعلمی کو دور کرتے ہوئے فرمایا : ''کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں باپ دادا کی قسم اٹھانے کے لئے منع فرمایا ہے۔ (صحیح بخاری : الادب 6108)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۃ الباب سے تکفیر کے متعلق دو اصول سامنے آتے ہیں :

(1) جہالت اور لاعلمی کی وجہ سے کوئی کفریہ کام یا بات سرزد ہوجائے تو اسے معذور خیال کیا جائے اور اسے کافر کہنے کی بجائے اس کی جہالت دور کی جائے اگر تمام حجت کے بعد بھی اصرار کرتا ہے تو اس کے بظاہر کلمہ گو ہونے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ وہ اصرار اور عناد کی وجہ سے خارج از ملت ہوگا۔

(2) اگر کوئی کفریہ کام یا بات کا مرتکب اپنے پاس کوئی تاویل یا معقول وجہ رکھتا ہے تو بھی اسے معذور تصور کیا جائے لیکن تاویل کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ میں عربی قاعدہ کے مطابق اس تاویل کی کوئی گنجائش ہو اور علمی طور پر اس عمل یا بات کی توجیہ ممکن ہو، اگر کسی کو اس کی تاویل یا معقول وجہ سے اتفاق نہ ہو تو اسے کافر کہنے کے بجائے بات کے قائل یا کام کے فاعل پر اس تاویل یا معقول وجہ کا بودا پن واضح کردیا جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ اصولوں کے علاوہ چند مزید ضوابط بھی ملاحظہ فرمائیں :

(3) اگر کوئی انسان مجبوراً کلمہ کفر یا شرکیہ عمل کرتا ہے تو اسے بھی معذور سمجھنا چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے : جو شخص ایمان لانے کے بعد پھر اللہ کے ساتھ کفر کرے سوائے اس شخص کے جسے مجبور کیا گیا ہو درآنحالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو، ہاں جس شخص نے کفر کے لئے اپنا سینہ کھول دیا ہو تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ (النحل : 16/106)

اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب کسی مسلمان پر ان گنت مظالم توڑے جارہے ہوں اور ناقابل برداشت اذیتیں دے کر کلمہ کفر پر مجبور کیا جارہا ہو تو محض جان بچانے کے لئے کلمہ کفر کہہ دینے کی رخصت ہے بشرطیکہ دل عقیدہ کفر سے محفوظ ہو، ایسے حالات میں اللہ کے ہاں کوئی مواخذا نہیں ہوگا، البتہ مقام عزیمت یہی ہے کہ خواہ آدمی کا جسم تکا بوٹی کرڈالا جائے، بہر حال وہ کلمہ حق کا ہی اعلان کرتا رہے۔ حضرت خباب بن ارت اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما اس مقام عزیمت پر فائز تھے، البتہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے رخصت پر عمل کیا۔

(4) اگر انسان پر شدت خوف کی کیفیت طاری ہو اور اس دہشت کے عالم میں اگر زبان سے کلمہ کفر نکل جائے تو بھی قابل مواخذہ نہیں ہے جیسا کہ ایک آدمی نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد میری لاش کو جلا دینا، پھر اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دینا یا پانی میں بہا دینا، تاکہ اس طرح میں اللہ کے حضور پیشی سے بچ جاؤں گا۔ اس کا یہ عقیدہ تھا کہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ مجھے زندہ نہیں کرسکے گا، یہ کفریہ عقیدہ ہے، چونکہ مارے دہشت کے ایسا ہوا، اس لئے اسے معذور سمجھتے ہوتے معاف کردیا گیا۔ (صحیح بخاری :

الانبیاء 3481)

(5)فرحت وانبساط کے عالم میں انسان اگراپنے جذبات سے مغلوب ہو کر منہ سے کلمہ کفر کہہ دے تو یہ بھی قابل معافی ہے، جیسا کہ ایک آدمی دوران سفر پر اپنی سواری زاد سفر کے ساتھ گم کر بیٹھا، نیند کے بعد جب اس نے اونٹنی کو اپنے سامنے دیکھا تو مارے خوشی کے بطور شکریہ الفاظ کہتا ہے: ''اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔ (صحیح مسلم: کتاب التوبہ 6960)

ان واقعات کے پیش نظر ہم احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ مذکورہ خطیب بڑی خطرناک فکر کا حامل ہے اسے سمجھایا جائے، اگر وہ ایسی حرکات سے باز آجائے تو ٹھیک بصورت دیگر اسے خطابت سے معزول کردیا جائے، سوال میں اس ذکر کردہ آیت کریمہ کو پہلے حکمرانوں کے خلاف استعمال کیا جاتا تھا اور اس کی آڑ میں انہیں کافر کہا جاتا تھا۔ اب اس فکر نے ترقی کی ہے اور اسے بنیاد بنا کر عامۃ الناس کی تکفیر کی گئی ہے۔ اس کے جواب میں ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بات پیش کرتے ہیں جو انہوں نے خوارج کے جواب میں کہی تھی "بات صحیح ہے لیکن اس کا استعمال غلط کیا گیا ہے اگر اس کا وہی مطلب جو خطیب نے کشید کیا ہے تو اس کی زد میں یہ خطیب بھی آتے ہیں۔ مثلاً: حدیث میں ہے "کہ جس نے امیر کی اطاعت نہ کی اور جماعت سے الگ ہو گیا اگر اسی حالت میں موت آئی تو جاہلیت کی موت ہو گی۔" (صحیح مسلم: کتاب الامارۃ)

کیا بیعت کے بغیر زندگی بسر کرنا حکم بغیر ''ما انزل اللہ'' نہیں ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی تو حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ اس سے الگ تھلگ رہے، پھر وہ شام کے علاقہ میں چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ کیا اس حدیث کے پیش نظر ان کی موت بھی جاہلانہ موت تھی؟ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن و حدیث کی نصوص کو صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق دے (آمین)۔

ہمیں چاہیے کہ ہم اتمام حجت کے طور پر دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں لگے رہیں اور فتنہ تکفیر سے اپنے دامن کو آلودہ نہ ہونے دیں۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد:1 صفحہ:36